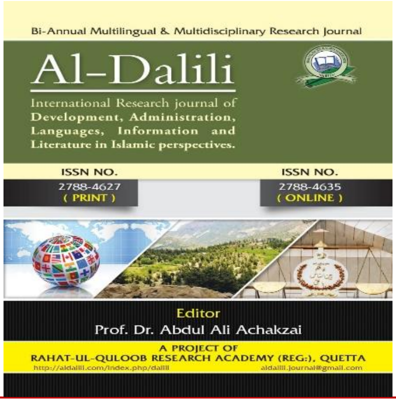

OPEN ACCESS

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

CC BY

AL DALILI

Bi-Annual, Multilingual (Arabic, Balochi, Birahvi, English, Pashto, Persian,Urdu)

ISSN: 2788-4627 (Print), ISSN: 2788-4635 (online)

Project of **RAHATULQULOOB RESEARCH ACADEMY,**

Jamiat road, Khiljiabad, near Pak-Turk School, link Spini road, Quetta, Pakistan.

Website: www.aldalili.com

Approved by Higher Education Commission Pakistan

Indexing: » IRI (AIOU), Tahqeeqat, Euro pub, MIAR.

TOPIC

پشتون شعراء کی فقہی خدمات کا مختصر جائزہ

A brief review of the Jurisprudence services of Pashtun poets

AUTHOR

1. Dr. Hafiz Rehmatullah Niazi, Post-Doc Fellow, IRI, IIU, Islamabad / Lecturer, Govt: Postgraduate College, Saryab road, Quetta, Pakistan.
2. Dr. Syed Bacha Agha, Assistant Professor, Government Postgraduate College, Saryab road, Quetta, Pakistan.
   Email: agha211179@gmail.com

How to Cite: Dr. Hafiz Rehmatullah Niazi, & Dr. Syed Bacha Agha. (2023). URDU: پشتون شعراء کی فقہی خدمات کا مختصر جائزہ: A brief review of the Jurisprudence services of Pashtun poets. *Al-Dalili*, *4*(2), 28–47. Retrieved from https://aldalili.com/index.php/dalili/article/view/109

URL: https://aldalili.com/index.php/dalili/article/view/109

Vol. 4, No.2 || Jan–Jun 2023 || URDU-Page. 28-47

Published online: 08-02-2023

پشتون شعراء کی فقہی خدمات کا مختصر جائزہ

A brief review of the Jurisprudence services of Pashtun poets

[1]رحمت اللہ نیازی　　[2]سید باچا آغا

ABSTRACT:

The history of Pashto literature spreads over five thousand years having its roots in the oral tradition of tapa. However, the first recorded period begins in 7th century with Amir Kror Suri (a warrior poet). Later, Pir Roshan (1526–1574). Among his disciples are some of the most distinguished poets, writers, scholars and sufis, like Arzani, Mukhlis, Mirza Khan Ansari, Daulat and Wasil, whose poetic works are well preserved. Akhund Darweza (1533–1615), a popular religious leader and scholar gave a powerful counterblast to Bayazid's movement in the shape of Makhzanul Islam. He and his disciples have enriched the Pashto language and literature by writing several books of prose. The second period is perhaps the most prolific and glorious one. Khushal Khan Khattak (1613-89), father of Pashto, is the central figure of this period. The fourth period begins with the dawn of the twentieth century. The Khilafat and Hijrat Movements gave rise to a type of poetry that called out to soldiers of freedom. This article presents Jurisprudence services of Pashtun poets.

Keywords: Jurisprudence (fiqh), Pashtun Poets, Pashtun History.

جب ہم شعر کی تعریف اور تاریخی پس منظر پر نظر ڈالتے ہیں، تو ظاہر بات ہے پشتو شعر کے ساتھ پشتون قوم کی بھی مختصراً تاریخ بیان کرنی پڑتی ہے تاکہ معلوم ہوسکے کہ پشتو زبان میں شعر کی ابتدا اور اس کی ترقی کس طرح ہوئی، اس حوالے سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ پشتون قوم کے بارے میں محققین نے مختلف نظریات پیش کئے ہیں، ان میں بعض پشتون محققین ہیں اور بعض پشتو زبان کے علاوہ دوسری زبانوں کے محققین بھی ہیں جنھوں پشتون قوم کے بارے میں اپنی دانست کے مطابق نظریات پیش کیے ہیں. اس حوالے سے ہم تاریخی اعتبار سے یوں دیکھتے ہیں۔

پشتو زبان کے محققین میں سے مشہور مؤرخ قاضی عبد الحلیم اثر کہتے ہیں کہ پشتون قوم کی تاریخی حیثیت سات ہزار سال پرانی ہے، مگر عبد الحلیم اثر کے ساتھ اس وجہ سے اختلاف کی گنجائش موجود ہے کہ وہ خود بھی پشتون ہیں اور اپنی زبان کو قدیم زمانے سے منسلک کرنے کی شعوری کوشش بھی کرسکتے ہیں. مگر کچھ ایسے پشتون مؤرخین بھی ہیں جو پشتو کو 2500 سال پرانی زبان سمجھنے پر یقین رکھتے ہیں اور مختلف کتبوں کی شکل میں دلائل سے یہ بات ثابت بھی کرتے ہیں. جس میں علامہ عبد الحیٔ حبیبی، بہادر شاہ ظفر کاکاخیل وغیرہ شامل ہیں جو ایک اہم بے ستون کتبہ سے یہ دلیل لیتے ہیں کہ بے ستون کتبے میں جو جملے لکھے گئے ہیں وہ پشتو زبان کے حوالے سے ہیں اور وہ کتبہ 2500 سال پرانا ہے، مگر زیادہ قابلَ بھروسہ اور قابلِ اعتماد بات یہ ہے کہ کسی دوسری زبان کے مؤرخ کسی قوم کی زبان کے بارے میں اپنی رائے پیش کریں، اس حوالے سے ہم ایک اہم مؤرخ کا ذکر کرسکتے ہیں جنھیں لوگ بابائے تاریخ کہتے ہیں، جس کا نام ہیروڈوٹس ہے جو یونانی ہیں اور کہتے ہیں کہ پشتون قوم کم از کم پانچ ہزار سال پرانی قوم ہے۔ اس حوالے سے پریشان خٹک لکھتے ہیں کہ:"سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ پشتونوں کے متعلق خود پشتون علماء محققین اور اکثر غیر پشتون علماء کی یہ متفقہ رائے ہے کہ اس طبقے اور پشتو زبان کی قدامت کی سات ہزار سال پہلے تک کی ٹوہ لگائی ہے، اور جیسا کہ گذشتہ

صفحات میں ذکر کیا گیا ہے کچھ محققین کا دعویٰ ہے کہ لفظ پشتون کا ذکر رگ وید میں کیا گیا ہے، جس کا زمانہ چودہ سو سال قبل از مسیح ہے، رگ وید میں اسے پکھت کے نام سے یاد کیا گیا ہے، اور پھر اس کے بعد پرانی کتاب اوستا میں ڈھونڈا ہے جس کا زمانہ ایک ہزار سال قبل مسیح ہے، وہاں پر اسے بخت، بخذ کے نام سے یاد کیا گیا ہے اور اس کے بعد مشہور یونانی مؤرخ ھیروڈوٹس کے جغرافیہ میں اس لفظ کو تلاش کیا ہے یہ زمانہ 484اور 425 قبل مسیح کا ہے، جہاں پر پشتونوں کے ملک کا نام پکتیکا (پکتویک) لکھا گیاہ، جس کا محل وقوع دریائے سندھ کے کنارے بتاتا ہے، اور اس کے لوگ بہت بہادر ہیں. دراکے زمانے کے امیر البحر سکائی لاکس (521-486ق م) نے بھی اپنے سفر نامے میں پکتیکا کا ذکر کیا ہے"۔[1]

جب سے پشتو زبان روئے زمین پر آئی ہے اس کے ساتھ فولکلوری یعنی اولسی یا غیر اولسی یعنی دیوانی ادب کے حوالے سے پشتو ادب بھی میدان میں آیا ہے، جس میں سے ہم اگر دیوانی ادب میں شاعری کے حوالے سے بات کرتے ہیں تو سب سے پہلے 139 ہجری میں پشتو کے شاعر امیر کروڑ کی ایک نظم ملتی ہے پشتو کا معروف و قدیم تذکرہ "پٹہ خزانہ" نے "لرغونی پشتانہ" نامی کتاب کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ امیر کروڑ نے اس نظم کے علاوہ اور بھی بہت سی شاعری کی ہے مگر حالات کی ناسازگی اور تاریخی جبر سے وہ ادبی میدان میں موجود نہیں ہے. محمد ہوتک پٹہ خزانہ میں لکھتے ہیں:"زبدہ الواصلین شیخ کتہ متی زی غوریاخیل در کتاب خود "لرغونی پشتانہ" (افغانہای قدیم) چنین نقل کند، از کتاب "تاریخ سوری" کہ آنزا در بالشتان دیدہ ویافتہ بود، شیخ کتہ علیہ الرحمہ چنین گوید: کہ در تاریخ سوری آوردہ اند کہ امیر کروڑ ولد امیر پولاد بودہ، کہ در سال 139 ہجری در مندیش غور امیر شد، ووی را" جہان پہلوان "میگفتند، گویند کہ قلاع غور و قصور بالشتان وخیسار و تمران وبر کوشک ہمہ را فتح کرد، وبادو دمان رسالت، در خلافت مساعد تہای زیادی کردی. نقل کنند: کہ امیر کروڑ... چون در دعوت عباسی، امیر کروڑ فتوحات زیادی نمود، پس (بر سیل افتخار) ابیاتی راسرود، کہ آنزا ویاڑنہ (فخریہ) گویند و ابیتات مذکور این است کہ شیخ کتہ علیہ الرحمہ از تاریخ سوری نقل کردہ است"۔[2]

ترجمہ: زبدہ الواصلین شیخ کتہ متی زئی، غوریاخیل نے اپنی کتاب "لرغونی پشتانہ" میں "تاریخ سوری" نامی کتاب سے اس طرح نقل کیا ہے کہ یہ تاریخ سوری کتاب انہوں نے بالشتان کے علاقے میں دیکھی اور ڈھونڈی تھی، شیخ کتہ رحمہ اللہ اس طرح کہتے تھے، کہ تاریخ سوری میں آیا ہے کہ امیر کروڑ جو کہ امیر پولاد کا بیٹا تھا جب 139 ہجری میں مندیش غور میں حاکم ہوا، جسے لوگ جہان پہلوان کہتے تھے، اور نقل کرتے ہیں کہ امیر کروڑ.... جب دعوت عباسی میں امیر کروڑ نے فتوحات حاصل کیں، پس اس نے افتخار کے طور پر کچھ ابیات کہیں اس کو ویاڑنہ (فخریہ) کہتے ہیں، اور وہ ابیات مذکور ہیں جو شیخ کتہ نے تاریخ سوری سے نقل کی ہیں۔

امیر کروڑ کی شاعری سے ہمارے پاس فقط ایک ہی نظم ہے جو فخریہ کے نام سے مشہور ہے، اس کے علاوہ ابو محمد ہاشم سروانی، بیٹ نیکہ، اسماعیل سڑبن، شرخبون، شیخ اللہ یار، ملکیار غرشین، قطب الدین بختیار، اکبر زمینداوری، ملا ارزانی، علی محمد مخلص، واصل روشانی، دولت لوانڑی، میرزا خان انصاری، میا کریم داد، اخون درویزہ، شیخ قاسم، خوشحال خان خٹک، عبد القادر خان خٹک، اشرف خان ہجری، سکندر خان خٹک، صدر خان خٹک، کامگار خٹک، کاظم خان شیدا، رحمان بابا، عبد الحمید ماشوخیل، علی خان، صاحبزہ محمدی، پیر محمد کاکڑ، عبد الحنان بارکزئی اور اسی طرح جدید دور کے ہزاروں شعراء نے پشتو شاعری کی طرف توجہ دی ہے. یہ وہ شاعری ہے جس کے بارے میں ہم تاریخی اعتبار سے بہت سے اہم نکات نکال سکتے ہیں اور پشتو زبان وادب کی تاریخ میں یہ شاعری انتہائی اہم ہے. مگر اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اولسی شاعری کے

علاوہ ہمارے پاس دیوانی شاعری کے حوالے 129 ہجری سے ملتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پشتو شاعری کا زمانہ تاریخی اعتبار سے 1300 سال پرانا ہے. اور یہ شاعری جو کسی نہ کسی حوالے سے کارآمد رہی ہے اس شاعری کے بارے میں قرآنی آیات اور بہت سی احادیث سے اس کا ثبوت بھی ملتا ہے. قرآن پاک میں اگرچہ اللہ تعالیٰ نے شاعری کے بارے میں کہا ہے کہ شاعری ہوا میں باتوں کے مترادف ہے مگر بعد میں جو استثنیٰ ہوا اس شاعری کے بارے میں حضور پاک فرماتے ہیں:

وعن ابی بن کعب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "ان من الشعر حکمۃ۔[3]

ترجمہ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا بعض شعر حکمت (کے حامل) ہوتے ہیں۔

حکمت یعنی بعض اشعار میں حکمت ہوتی ہے اس میں حق کی بات ہوتی ہے اور وہ سچائی اور دانائی پر مبنی ہوتے ہیں، بعض شارحین نے یہاں حکمت کو نفع کے معنیٰ میں لیا ہے، یعنی بعض اشعار ایسے نفع بخش ہوتے ہیں جو انسان کو جہالت اور بیوقوفی سے باز رکھتے ہیں اور غلط افعال سے منع کرتے ہیں یہ عموماً شاعری کے وہ اشعار ہوتے ہیں جس میں مواعظ، امثال اور دانائی کی باتیں ہوتی ہیں"۔[4]

اس حوالے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور پاک ﷺ نے شعر کے بارے اچھا خیال رکھتے تھے اور حقیقت میں بھی اسی طرح ہے کہ شاعر جب شاعری میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں تو وہ شعر چار قسم کے ہوتے ہیں بعض اچھے ہوتے ہیں اور بعض بہت اچھے ہوتے ہیں اسی طرح بعض اشعار کمزور ہوتے ہیں اور بعض اشعار غلط ہوتے ہیں، قرآن کریم میں آیا ہے کہ:

والشعراء یتبعھم الغاؤن، الم ترانھم فی کل واد یھیمون۔[5]

ترجمہ: اور شعراء لغو چیزوں کی متابعت کرتے ہیں اور آپ نہیں دیکھتے ہیں کہ وہ وہم کے شیلوں میں ہوتے ہیں۔

اور اسی طرح ایک اور جگہ یوں آیا ہے:

وما علمنہ الشعر وما ینبغی لہ ان ھو الا ذکر و قرآن مبین۔[6]

ترجمہ: اور ہم نے پیغمبر ﷺ کو شعر کا علم نہیں دیا تھا اور نہ اس کے شایہ شان ہے کہ وہ شعر کہے، یہ قرآن کریم شعر نہیں ہے بلکہ یہ ذکر ہے اور تلاوت شدہ اور واضح کتاب ہے۔

یہ اس دور کے ساتھ خاص ہے جو کفار مکہ اور مشرکین پیغمبر ﷺ پر اعتراض کرتے تھے کہ آپ ﷺ شاعر ہیں اور یہ جو کلام اللہ یعنی قرآن کریم سنارہے ہیں یہ شاعری ہے، تو اللہ تعالیٰ نے اس کی تردید کی کہ یہ کلام اللہ ہے اور شاعری نہیں ہے اور پیغمبر ﷺ کا شعر کہنا بھی مناسب نہیں ہے اور بعض اشعار صرف ہوا میں باتوں کے مترادف ہیں. لیکن کلی طور شاعری سے منع نہی کیا گیا ہے. کیونکہ شاعری کا مقصد معاشرے کی اصلاح ہے اور معاشرے کی اصلاح تو شیوۂ پیغمبری ہے، اسی وجہ سے تو شاعر نے کہا ہے:

"څوک پېغمبر شي څوک شاعر شي درده :: په چا غزل په چا کتاب نازل شي"[7]

ترجمہ: کوئی پیغمبر ہو جاتا ہے اور کوئی شاعر ہو جاتا ہے اے درد!، کسی پر غزل کسی پر کتاب نازل ہو جاتی ہے۔

ایک اور جگہ میں سلیم قرار شاعری کی افادیت اور مقصد کے بارے میں لکھتے ہیں: "شعر اور ادب بھی زندگی کے اہم پہلوؤں کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں اور یہ تعلق باقی کی نسبت بہت گہری قیمتی اور تاریخی اہمیت اور افادیت کا حامل ہے، تو تنظیمی اہمیت کے عزت واحترام کی بنیاد

پر شعراء اور ادیب اس کے مکلف ہیں جو تنظیمی، مذہبی اور پشتون روایات کا لحاظ رکھتے ہوئے زندہ و جاوید ادب پیدا کرے"۔[8]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح عمومی ادب کا مقصد خواہ نظم یعنی شاعری میں ہو یا نثر میں ہو اس کا تعلق انسانی زندگی کو نظم و ضبط میں لانے اور برابر کرنے سے ہے، اور اسی طرح ہم نے جو یہاں موضوع شاعری اور فقہ رکھا ہے تو فقہ کا تعلق بھی براہ راست انسانی زندگی کے ساتھ ہے خواہ وہ عبادات کے سے ہو یا معاملات کے حوالے سے ہو، اکثر محققین اور علماء فقہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

فقہ کے لفظی معنی ہیں فہم اور فکر و نظر کی گہرائی، قرآن و حدیث میں فقہ تفقہ، استنباط اور اجتہاد کے الفاظ بار بار وارد ہوئے ہیں، ارباب فقہ و اصحاب عقل و فہم کی مدح و توصیف فرمائی گئی ہے. حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

من یرد اللہ بہ خیرا یفقہ فی الدین.[9]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کرنا چاہتا ہے اسے دین میں گہری سمجھ عطا کر دیتا ہے.

اصطلاح شرع میں فقہ ایک خاص علم و فن کا نام ہے، جس میں کتاب و سنت سے مسائل کا استخراج کیا جاتا ہے، احکام کی علتیں معلوم کی جاتی ہیں اور جہاں جہاں وہ علتیں پائی جائیں وہاں ان احکام کو جاری و ساری اور نافذ کیا جاتا ہے، پھر اس کے معنیٰ میں وسعت پیدا ہو گئی تو کتاب و سنت کے احکام کو باب وار بیان کرنے کو بھی فقہ کہا جانے لگا"۔[10]

فقہ کی اصطلاحی تعریف سے یہ معلوم ہوا کہ ضرورت کے مطابق کلام اللہ اور حدیث رسول اللہ ﷺ سے مسائل کا استخراج کیا جاتا ہے، احکام کی علتیں معلوم ہو کر احکام کو جار و ساری اور نافذ کیا جاتا ہے، اسی طرح معاشرے میں عمل دخل کا کام شاعر اور شاعری دونوں کا ہے اور شاعر جہاں ضرورت پڑ جائے وہاں اپنے مافی الضمیر کے مطابق فن اور شائستگی سے اشعار معاشرے میں پیش کرتا ہے. گویا فقہ کا موضوع بھی انسانی زندگی ہے اور ادب کا موضوع بھی انسانی زندگی ہے. اسی وجہ سے تو مشہور ہے کہ شاعر معاشرے کیلئے ایک آئینے کی حیثیت رکھتا ہے اگر یہ معاشرے کی خوبی اور برائی کی شکل صحیح طریقے سے پیش نہ کرے تو یہ ادب صرف ذاتی ذوق تک تو لکھا جاسکتا ہے معاشرے کیلئے اس کی کوئی افادیت نہیں ہوگی. جس طرح یہ دو نظریئے وجود میں آئے ہیں "ادب برائے ادب" اور "ادب برائے زندگی" جس کا مقصود ہی معاشرہ اور زندگی کی فلاح ہے۔

در اصل ادب اور فقہ کا مقصد ایک ہی ہوتا ہے تو اس مقالے میں یہ بھی ثابت ہے کہ شعرائے کرام نے صرف ادب برائے ادب کی طرف توجہ نہیں کی ہے بلکہ ادب برائے زندگی کو زیادہ سے زیادہ توجہ دی ہے یعنی شعراء فقہ اور شاعری کو ایک دوسرے میں ضم کرکے شاعری میں فقہ کو بیان کیا ہے۔

پشتو ادب کے پہلی دور میں پشتون شعراء کی خدمات

پشتو زبان کے اکثر محققین نے پشتو ادب کو چار ادوار میں تقسیم کیا ہے۔ پہلے دور کو 'قدیم دور' کا نام دیا ہے اس دور کو پشتو پشتو ادب میں "تاریک دور" سے بھی یاد کیا جاتا ہے، جس کا آغاز 139ھ سے شروع ہوتا ہے اور یہ دور 900ھ تک پہنچتا ہے۔ اس دور کا پہلا شاعر امیر کروڑ ہے اور پہلا نثر نگار ابو محمد ہاشم سروانی ہے۔ امیر کروڑ کا زمانہ 139ھ ہے اور ابو محمد ہاشم سروانی کا زمانہ 223ھ سے لیکر 297ھ تک ہے۔ اس دور کا ذکر

پشتون شعراء کے اہم تاریخی تذکرے "پٹہ خزانہ "نامی کتاب میں ہوتا ہے جس کے مؤلف محمد ابن داؤد ہوتک ہیں۔ محمد ہوتک نے مذکور کتاب پٹہ خزانہ میں مختلف شعرائے کرام کا تذکرہ کیا ہے اور اس کتاب میں مرد شعرائے کرام کے ساتھ ساتھ خواتین شعراء بھی شامل ہیں۔ مختلف شعراء نے کتابیں لکھی ہیں ان میں احمد بن سعید لودھی نے "اعلام اللوذی فی اخبار اللودی "نامی کتاب پشتو کو ادبی سرمائے کو دی ہے۔

مذکورہ دور میں ان کتابوں کے علاوہ چند اور کتب کا ذکر بھی ملتا ہے لیکن بدقسمتی سے یہ تمام کتابیں ادبی میدان میں موجود نہیں ہیں۔ جو کتابیں اس دور سے تعلق رکھتی ہیں ان میں: اعلام اللوذی فی اخبار اللودی، کلید کامرانی، لرغونی پشتانہ، د شیخ ملی دفتر، تاریخ کجو خان، دسالو وژمہ، تذکرۃ الاولیاء شامل ہیں۔ اسی طرح شکارندوی کی ایک کتاب کے بارے میں محمد ابن علی کا کہنا ہے کہ:

"اس نے شکارندوی کے قصائد کی ایک ضخیم کتاب دیکھی، معلوم نہیں بعد میں وہ کتاب کہاں ہوئی، البتہ ذیل کا قصیدہ شکارندوی کی اسی تصنیف سے پٹہ خزانہ کے مصنف نے نقل کیا ہے"۔[11]

اس کے علاوہ ایک مشہور شاعر تائمنی بھی قدیم دور کے شاعروں میں سے ایک ہیں، جو پشتو ادب کے پہلے دور سے تعلق رکھتے ہیں یوں تو تائمنی کی ایسی کوئی کتاب کتاب موجود نہیں ہے جو ہمارے موضوع سے تعلق رکھتا ہو، مگر جب ہم رضا ہمدانی کے تبصرے کو دیکھتے ہیں تو یہ یقین ہو جاتا ہے کہ تائمنی نے ضرور مسائل کے بارے میں کتاب یا رسالہ لکھا ہوگا، کیوں کہ دربار کے علماء جو فقہی تھے اس میں موجود تھے اس حوالے سے رضا ہمدانی لکھتے ہیں: تائمنی کا جد امجد تیمین تھا جو کاکڑ کا بیٹا تھا، تائمنی بحثیت شاعر کے سارے پختونخوا میں متعارف ہے....جو 500ھ صدی کے بعد پیدا ہوا ہے... شاہانِ غوریہ کے عہد میں پیدا ہوئے، سلطان غیاث الدین کے درباری علماء وفقہاء وادباء میں شامل تھے"۔[12]

اسی دور سے متعلق ایک شاعر شیخ متی ہے "جو کہ ساتویں صدی ہجری کے غیر اوزانی دور کا شاعر ہے، اس نے شعروں کو ملی پیانوں میں ڈھال کر عارفانہ چاشنی کے ساتھ پیش کیا. شیخ متی کی کتاب "د خدای مینہ "(خدا کی محبت) عارفانہ اشعار اور مناجاتوں پر مشتمل تھی. جو اس کے مزار پر پڑی رہتی تھی اور زائرین اسے پڑھتے تھے"۔[13]

جب ابو محمد ہاشم خود بھی شاعر تھے اور اپنے استاد کے شاعری بھی پشتو زبان میں ترجمہ کر رکھی ہے تو اس سے یہ بھی بہ آسانی معلوم ہوتا ہے کہ اس نے شاعری میں فقہی مسائل بھی عربی یا فارسی زبان سے ترجمہ کئے ہوں گے. اسی طرح ایک اور دلیل بھی موجود ہے کہ سن 903 ہجری میں پشتو کی معروف شاعرہ زرغونہ کاکڑہ نے بھی دینی علوم سیکھا ہوا تھا اور ترجمہ کے حوالے سے پشتو زبان کی خدمات بھی کر رکھی ہیں، پٹہ خزانہ کے مؤلف محمد ابن داؤد ہوتک نے آپ کے بارے میں لکھا ہے:

"له پلاره ئې وکا تحصیل د علومو، او د فصاحت احکام ئې زده کړه او د فصحاوو اشعار یې ولوستل. ما ته هسې نقل وکا زما پلار چې زرغونې د شیخ مصلح الدین سعدیرح کتاب د بوستان ټول په پښتوشعر نظم کا،اونوم ئې ؤ "بوستان دپښتو"چې داکتاب ئې په سنه903ه پای ته ورساوۀ"۔[14]

ترجمہ: اپنے باپ سے علوم کی تحصیل کی، اور فصاحت کے احکام سیکھے اور فصحاء کے اشعار پڑھے، مجھے میرے باپ نے اس طرح فرمایا کہ زرغونہ نے شیخ مصلح الدین سعدی رح کی ساری بوستان کتاب پشتو میں منظوم ترجمہ کی ہے، اور اس کا نام "بوستانِ پشتو" تھا یہ کتاب آپ نے 903 ہجری میں مکمل کر لی۔

اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ جب زرغونہ کاکڑہ نے شیخ سعدی کی مشہور کتاب "بوستان" کو پشتو شاعری میں ترجمہ کیا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اور بھی کتابیں ترجمہ کی ہوں گی اور خود بھی شاعرانہ ذوق کی وجہ سے اصلاحی، اخلاقی اور دینی حوالے سے شاعری کی ہوگی اور اس کے علاوہ ایک قرینہ بھی موجود ہے جس کی بنیاد پہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ پشتو شعری ادب میں بھی فقہی مسائل شعرائے کرام نے بیان کئے ہیں، اس لئے کہ دوسرے دور کے پیر روشان، اخون درویزہ اور دونوں کے مریدوں نے فقہی مسائل کو مسجع اور مقفٰی انداز میں مسائل پیش کئے ہیں۔ اگر پہلے سے یہ بنیاد نہ ہوتی تو سب سے پہلی کتاب میں شاید فقہی مسائل ترجمہ نہ کیے ہوتے. اسی بنیاد پر ہم وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں. کہ پہلے دور میں بھی پشتو شاعری میں فقہی مسائل لکھے گئے ہوں گے۔

پشتو ادب کے دوسری دور میں فقہی خدمات

تاریخی حوالے سے یہ سلسلہ پشتو ادب کی دوسرے دور یعنی (931ہجری بمطابق1524ء) سے شروع ہوتا ہے جس میں پہلے مصنف پشتو کے مشہور و معروف مذہبی اور سیاسی شخصیت بایزید روشان ہیں جو کہ 1000 ہجری بمطابق 1524ء میں پیدا ہوا ہے۔ بایزید روشان کی وجہ سے ہی پشتو ادب کے محققین نے اس دور کو روشانی دور کا نام دیا ہے، اس روشانی دور میں سب سے پہلے ایک جید بزرگ اور پشتو ادب میں تصوف کے بانی پیر و مرشد جس نے بہت سے مریدین مرد اور خواتین حضرات کو مرشدی کے مرتبے تک پہنچایا ہے. اور اسی دور میں بایزید روشان نے اپنی کتاب خیر البیان میں مسجع و مقفٰی نثر میں جو کہ ایک طرح سے شعر کے زمرے میں آتی ہے، کافی مسائل بیان کیے. اسی دور میں ایک اور عالم دین اور جید صوفی جس کے بہت سے مریدین مرشدی تک پہنچے، وہ اخوند درویزہ ہے. جس نے اپنی کتاب مخزن الاسلام میں مختلف مقامات پر مسائل کو اشعار میں پیش کیا ہے. اس کے بعد ان دونوں کے مریدوں نے بھی اپنے شعری دیوانوں میں جابجا فقہی مسائل کو اشعار میں بیان کیا ہے. یہ وہ دور ہے جس کو پشتو ادب کا بنیادی دور بھی کہا جاتا ہے اس میں اگرچہ شعرائے کرام نے فقہی مسائل کے حوالے سے کام کیا ہے مگر بعد میں جب شاعروں کا سلسلہ بڑھ کر آگے چلا تو شعرائے کرام نے اس طرف توجہ دے کر باقاعدہ فقہی مسائل کو کتابی شکل میں بیان کیا۔ اسی طرح اسی دور میں ایک اور عالم اخون درویزہ گزرے ہیں، اس نے بھی نماز کے بارے میں مسجع نثر میں جس کو اکثر شعرائے کرام نثر مانتے بھی نہیں ہے بلکہ وہ کہتے ہیں، کہ اصل میں آزاد نظم کی شکل ہے، اس بارے میں پشتو کے مشہور و معروف شاعر درویش درانی کہتے ہیں:

"خو که تکیه په اټکل باندې و نهٔ شی او د دغې لیکنې اصل عمر چا ته ور وښوول شی نو هغه به حېران پاته شی چی په پښتو کې هغه وخت ازاده شاعري شوې ده چې په نړۍ کې چرته هم د آزاد نظم وجود نهٔ ؤ. بیا دغه شاعری تش یو نظم دوه نهٔ ده، پوره کتاب دی، او دغه کتاب د اخوند درویزه بابا مخزن الاسلام دی. مخزن الاسلام چی کله لیکل کېدهٔ نو هغه وخت ریښتیا هم په نړۍ کی آزاده شاعری چرته هم نهٔ کېده. آزاده شاعری د لوېدیز له خوا راغلې ده او موږ ته د انګرېزۍ په لاره را رسېدلې ده"۔[15]

ترجمہ: اگر اندازے پر تکیہ نہ کیا جائے اور اسی تحریر کی عمر کسی کو بتائی جائے تو وہ حیران رہ جائے گا کہ پشتو میں آزاد شاعری اس وقت ہوئی ہے جس وقت دنیا میں کہیں بھی یں بھی آزاد شعر کا کوئی وجود تک نہیں تھا، پھر یہ شاعری صرف ایک یا دو نظمیں نہیں بلکہ مکمل کتاب

ہے، اور یہ کتاب اخوند درویزہ بابا کی مخزن الاسلام نامی کتاب ہے، مخزن الاسلام جب لکھی جارہی تھی تو یقیناً اس وقت دنیا میں کہیں بھی آزاد شاعری نہیں ہوتی تھی، آزاد شاعری مغرب کی طرف سے آئی ہے اور ہم تک انگریزی ادب کے راستے سے پہنچ چکی ہے۔

مذکورہ حوالے کی روشنی میں جب ہم اخوند درویزہ کی کتاب مخزن الاسلام کو دیکھتے ہیں، تو جس طرح یہ پشتو زبان میں بنیادی عقائد اور اعمال وفضائل کے بارے میں ایک اہم کتاب ہے مگر بنسبت خیر البیان ایک ایسی کتاب ہے جس میں زیادہ توجہ مسائل کی بجائے پیر روشان سے فروعی مسائل میں اختلاف کو دیا گیا ہے، اور کتاب کا مطالعہ کرنے سے صاف نظر آتا ہے کہ یہ کتاب اصل میں خیر البیان کے مقابلے میں لکھی گئی ہے، اور مسائل کو بہت کم توجہ دی ہے. ایک مسلہ جو موزوں پر مسح کی ہے وہ اخون درویزہ نے ذکر کیا ہے مگر احناف کے مذہب سے صراحتاً مختلف ہے، یوں کہتے ہیں:

"هم په موزه مسح روا ده د نېکانو د بدانو
بل که عادل وی یا ظالم وی سکه سر مه اخله له دواړو بادشاهانو
په نېک کردار پسې نمونځ کاږی په فاسق پسې روا دی۔[16]

ترجمہ: برے اور اچھے لوگوں کیلئے موزوں پر مسح کرنا جائز ہے، اور عادل یا ظالم بادشاہ ہو اس سے سکہ نہ لینا۔

اسی دور میں کچھ اور کتابیں بھی ہیں جس میں فقہی مسائل کا ہر حوالے سے ذکر موجود ہے، ان کتابوں میں سے ایک خلاصہ کیدانی ہے. جو لطف اللہ نسفی نے لکھی ہے اور بہت سے شعراء نے اس کتاب کو پشتو میں ترجمہ کیا ہے، یہ کتاب 740 ہجری میں لطف اللہ نے لکھی ہے، اور مختلف اوقات میں لوگوں نے ترجمہ کیا ہے، سب سے پہلا ترجمہ اخون درویزہ کا ہے جس میں آزاد نظم کی صورت میں مسائل بیان کئے ہیں، اس کے بعد میاں عمر چمکنی نے 1084 ہجری میں منظوم ترجمہ کیا ہے، اور 1298 ہجری میں دہلی سے چھاپا ہے، اس کے بعد عبد الحمید الکوزئی نے 1161 ہجری کے زمانے میں منظوم ترجمہ کیا ہے، اور پھر غلام محمد خان خانخیل نے ترجمہ کیا ہے پھر غلام محمد خان نامی شخص سے 1307 ہجری میں رفیع الدین اخونزادہ نے لکھا ہے، اسی طرح پھر گل بر خان نے نثر میں ترجمہ کیا ہے اور 1993ء میں چھاپا ہے، اسی طرح غلام محمد پشاوری اور رستم حبیب الرحمان نے بھی منظوم ترجمہ کیا ہے، اور اخون درویزہ نے اپنی کتاب مخزن الاسلام میں اس کو شامل کیا ہے، اور اس کا متن بھی اسی طرح ہے جس طرح مخزن الاسلام کا متن ہے جس کو بعض محققین آزاد نظم کہتے ہیں اور بعض محققین اس کو مسجع نثر یعنی نیم منظوم اور نیم منثور متن کہتے ہیں. اس میں سے چند مسائل ملاحظہ فرمائے:

"هر چی حرام اتفاقی حلال ګنینه په بۀ کافر شی
لکه سرود وي یا شپېلۍ یا آواز به يې ښوک اروي
یا به رقص کا په دوئ دغه فعل د شیطانو
هم هسې په مکروه نهي ثابته
ولې چاه په ضرورت کښې به مباح شی
په کړۀ ئې وېره د عذاب ده په دا نۀ کړۀ يې ثواب دی
که حلال ورته ووايي دې نۀ دی له کافرانو"۔[17]

ترجمہ: جو کسی حرام چیز کو حلال سمجھتا ہے وہ کافر ہو جاتا ہے، جیسے سرود، بانسری جبکہ کوئی اس کی آواز سنیں، یا شیطان اس سے رقص کا عمل کروائیں، اسی طرح مکروہ تحریمی سے ثابت ہے، مگر ضرورت کی حالت میں روا اور جائز ہے، کرنے سے عذاب کا ڈر ہے اور نہ کرنے میں ثواب ہے، اگر کوئی اس کو حلال کہہ دے تو وہ کافروں میں سے نہیں ہے۔

اسی دور میں اگرچہ شاعری نسبتاً پہلے دور سے زیادہ ہوئی ہے، اور کتابیں بھی ادبی میدان میں موجود ہیں، جس نے باقاعدہ اسلامی فقہ کو پشتو نظم اور نثر میں لکھا ہے۔ یہاں صرف ان شخصیات کا مختصر تعارف کرنا مقصود ہے جنہوں نے اسلامی فقہ کو نظم میں بے حد عمدگی سے بیان کیا ہے: یہ تفصیلات بھی میں نے مختلف کتابوں سے لی ہیں۔ ایک اہم اور فقہ پر مشتمل کتاب کنز الدقائق ہے جو صدیوں سے مدارس کے نصاب میں شامل ہے، اور مختلف لوگوں نے مختلف زبانوں میں ترجمہ کیا ہے۔۔

اس دور میں باقاعدہ توجہ شعرائے کرام نے تصوف کو دی ہے، جس کی وجہ سے شعرائے کرام سے باقی اکثر موضوعات رہ گئے ہیں، پیر روشان اور اخون درویزہ کے علاوہ اس کے مریدین جو کہ مرشدی کی درجے تک پہنچے ہیں، انہوں نے بھی اپنے مرشدوں کی طرح زیادہ توجہ تصوف کو دی۔ اور شاعری میں اپنے تصوفی سلسلے کو آگے بڑھانے کی کوشش کی ہے اور مسائل کی طرف توجہ نہیں دی۔

پشتو ادب کے تیسرے دور میں فقہی خدمات

اس دور کو پشتون محققین نے زرین دور یعنی سنہرا دور یا طلائی دور کا نام دیا ہے، یہ وہ دور ہے جو نسبتاً مذکورہ دونوں دوروں سے بہت مختلف ہے، اس دور میں شاعری فن اور فکر کے حوالے سے بہت آسان اور روزمرہ کے بہت قریب ہے۔ شاعری کے علاوہ اس دور میں شعرائے کرام نے زیادہ توجہ نثر اور ترجمہ دونوں کو دی ہے، اس دور میں خٹک خاندان کی خدمات کسی سے پوشیدہ نہیں ہیں، جس میں سب سے پہلا شاعر اور نثر نگار خوشحال خان خٹک ہے، آپ نے فقہ کے بارے میں فضلنامہ کے علاوہ آئینہ اور ہدایہ بھی لکھی اور ترجمہ کی ہے۔ مگر یہ دونوں کتابیں تاحال ہم نے نہیں دیکھیں مگر فضلنامہ محققین نے خوشحال خان خٹک کی شاعری کی کلیات میں شامل کی ہے جس میں فقہی مسائل کو بہت آسان اور اچھے طریقے سے بیان کیا ہےں۔ فضلنامہ کے اشعار سے یہ نمونے ملاحظہ فرمائیں:

"په موذو مسحه روا ده :: معتبره دا وینا ده
درست تمام اودس چې وکړه :: بیا په پښو په موزه تهٔ کړه
بیا که تهٔ شې بې اودسه :: په موزه کړه مسحه کسه
د مقیم شبانه روز ده :: مسافر لره سه روز ده
په حساب یې هغه دم دی :: چې حدث شی نهٔ بل دم دی
مسح درې خط چکول دی :: موزه باندې لاس منبل دی"[18]

ترجمہ: موزوں پر مسح جائز ہے، یہ کہنا درست ہے، جب تمام وضوء ہو جائے پھر موزوں پر مسح کریں، پھر اگر وضوء ٹوٹ جائے دوبارہ کرنے کے وقت موزوں پر مسح کرنا، مقیم کیلئے ایک دن ہے اور مسافر کیلئے تین دن ہیں، جب وضوء ٹوٹ جائے تو وہاں سے اس کا وقت شروع ہو جاتا ہے، تین انگلیوں سے لکیریں کھینچنے کو مسح کہتے ہیں۔

یہاں سے خوشحال خان خٹک کے بارے میں یہ اندازہ بھی لگایا جاسکتا ہے کہ وہ مذہب کے حوالے سے حنفی تھے اور اگر کسی اور مذہب سے اس کا تعلق ہوتا تو موزوں پر ہمیشہ مسح کرتا، مگر وہ اپنی کتاب فضلنامہ میں موزوں پر مسح کرنا جائز نہیں سمجھتا ہے۔ اسی طرح ایک اور جگہ نماز کے فرائض کے بارے میں کہتے ہیں:

"چی یې شناخت د قبلې نۀ وی :: مسافر وی که نور څۀ وی
د قبلې تحقیق دی وکا :: بویه دا چي نمونځ هالۀ کا
که څوک نۀ وي د پوښتنې :: وخت یې دروميي په مرستنې
خپل یقین ته دي وګوری :: نمونځ دي کا په هغه لوري
په نمانځۀ کښې که خبر شي :: چي یې نمونځ په بل مقر شي
په نمانځۀ کښې دي څرخ وکا :: و قبلې ته دي مخ ښۀ کا"[19]

ترجمہ: جب کسی کو قبلہ معلوم نہ ہو، خواہ مسافر ہو یا مقیم تو قبلہ کے بارے میں معلومات کریں پھر نماز پڑھیں، اگر کوئی پوچھنے والا نہ ہو اور نماز کا وقت بھی ختم ہونے والا ہو پھر اپنے یقین سے نماز پڑھیں، اگر نماز کے درمیاں میں پتہ چلے تو نماز کے دوران منہ قبلہ کی طرف پھیر دیں، کشتی میں کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے، جب کسی طرف کشتی کی منہ پھیر جاتا ہے تو نمازی بھی قبلہ کی طرف پھ ہونے کی کوشش کرے۔

خوشحال خان خٹک کی دو اور کتابیں ایک ہدایہ کے نام سے مشہور ہے اور دوسری کتاب آئینہ کی نام سے مشہور ہے اور مختلف محققین نے لکھاہے کہ یہ دونوں کتابیں بھی فقہ کی کتابیں تھیں لیکن ان کا نمونہ تاحال منظر عام پر نہیں آیا ہے اور یہ بھی معلوم نہیں کہ یہ دونوں کتابیں نظم میں یا نثر میں، مگر اتنا معلوم ہے کہ فضلنامہ کے بعد یہ دونوں کتابیں بھی خوشحال خان خٹک نے مسائل کے بارے میں ہی لکھی ہیں، ان کتابوں کے بارے میں رضا ہمدانی نے لکھا ہے:

"(4) اسلامی فقہ کی مشہور عربی کتاب ہدایہ کا پشتو ترجمہ ہے، (5) آئینہ فقہ کی کتاپ کا پشتو ترجمہ ہے، (6) فضلنامہ چھوٹے بحر کی مثنوی ہے جس میں مذہبی و فقہی مسائل آسان زبان میں نظم کر دیئے ہیں، اس کتاب کا سن تصنیف 1089 ہجری ہے"۔[20]

اس کے علاوہ ایک اور مختصر ترین کتاب نامِ حق کے نام سے مشہور ہے، جس میں خوشحال خان خٹک نے فقہی مسائل بیان کئے ہیں۔ اس کتاب کو سب سے پہلے ہمیش خلیل منظر عام پر لائے۔ اور ڈاکٹر جاوید اقبال اس حوالے سے کہتے ہیں:

"دا په "پنج ګنج" (فارسی) کښې د یو منظوم ګنج پښتو منظومه ترجمه ده چي خوشحال خان خټک د څلور څلوېښتو کلونو په عمر کښې کړې ده "-[21]

ترجمہ: (یہ پنج گنج فارسی میں کسی منظوم گنج کا پشتو منظوم ترجمہ ہے جو خوشحال خان خٹک نے چوالیس سال کی عمر میں کیا)۔

خوشحال خان خٹک کی اس مشہور کتاب سے جو کہ چند صفحات پر مشتمل ہے، چند مصرعے نمونہ کی طور پر پیش خدمت ہے:

"د نمانځۀ فعلی سنت به درته وایم :: همګی واړه که یاد کړې تا به ستا یم
چې لاسونه کړې په پورته د اذنین :: چي په ځای د سجده جوړ لړې دوه عین

په نامهٔ چې بنى د كيڼ دپاسه كښېږدي :: بلكې لا ىې تر نامهٔ د كښته پرېږدې
عورتين لره بائده دى چې لاسونه :: په سينه دپاسه كښېږدى زړې جونه"[22]

ترجمہ: نماز کے سنتوں کے بارے میں کہوں گا اگر سب کو یاد کریں تو آپ قابل ستائش ہیں، ہاتھوں کو کانوں تک اٹھائیں اور سجدہ کی جگہ کی طرف دیکھیں بائیں ہاتھ کے اوپر دائیں ہاتھ کو رکھیں، یا اس سے نیچے چھوڑدیں اور عورتوں کو چاہئے کہ ہاتھوں کو سینے کی اوپر رکھ لیں۔

خوشحال خان خٹک کے دور کا ایک اہم نازک خیال شاعر عبد الحمید مومند ہے جس نے پشتو شعر کو وہ مقام دیا ہے جو اس سے پہلے کسی نے نہیں دیا تھا، اسی دور کے ممتاز شعرائے کرام خوشحال خان خٹک اور رحمان بابا، عبد القادر خان خٹک اور باقی شعراء سے ایک انفرادی حیثیت اور مقام نازک خیالی اپنی شاعری کیلئے متعین کر کے آگے آنے والے شعراء کیلئے بنیاد کی حیثیت حاصل کی۔ عبد الحمید مومند بابا نے عام شاعری کے ساتھ ساتھ اپنی شاعری میں فقہی مسائل بھی ذکر کیے ہیں، اور ایک ایسے عربی متن کی کتاب جو مختلف لوگوں نے مختلف زبانوں میں ترجمہ کی ہے، عبد الحمید مومند نے یہی کتاب پشتو شاعری میں نقل کر کے اس مشکل کام کو انتہائی آسان شاعری صورت میں بیان کیا ہے، جس کتاب سے عبد الحمید مومند نے ترجمہ کیا ہے اس کے بارے میں دوست شینواری لکھتے ہیں:

"د حميد مومند دغه شرعة الاسلام يو ديني، اجتماعي، اخلاقي كتاب دى ... د حميد مومند د شرعة الاسلام دغه قلمي نسخه متاسفانه چي نيمګړې ده او يوازې نيمائى برخه يې دلته شته ده... چي د مخونو شمېر يې (230) دى اور په هر مخ كي په منځنى توګه (32) بېتونه درج دي چي په دې حساب د ټولو موجوده بېتونو شمېر يې (7360) ته رسيږى. د هر فصل عنوان په سرهٔ رنګ ليكل شوى دى"[23]

ترجمہ: حمید مومند کی یہ "شرعہ الاسلام" ایک دینی، اجتماعی اور اخلاقی کتاب ہے... حمید مومند کا یہ قلمی نسخہ متاسفانہ ادھورا ہے اور صرف آدھا حصہ موجود ہے، جس کے کل صفحات 230 ہیں. اور ہر صفحہ میں 32 ابیات شامل ہیں. اس حساب سے کل ابیات کی تعداد 7360 بنتے ہے. ہر فصل کا عنوان سرخ رنگ سے لکھا ہوا ہے۔

مذکورہ شرعۃ الاسلام کتاب بھی عبد الحمید بابا کی ہے جس میں فقہی مسائل کو شعر کی صورت میں ذکر کیا گیا ہے. شرعۃ الاسلام کے اوراق سے حج کی فرضیت کے بارے میں کچھ نمونے ملاحظہ فرمائیں:

"بيا ته زده كړه چې حج فرض دى
د توانا په غاړه قرض دى
كه يې تواني جاني مالي
رسېدهٔ د يې پالي
هم چي سور درومي رادرومي
نهٔ پياده چي زحمت مومي

غالب امن وي د لارې
چي ناځار شه په دا چارې
باندې فرض شه حج په ځله
په درست عمر کښې يو ځله
له ثوابه يې ځۀ وايم"[24]

ترجمہ: پھر آپ سیکھو کہ حج فرض ہے اور توانا شخص کیلئے قرض کی طرح ہے، جو کر سکتا ہے وہ کر لے جب کہ وہ سوار ہو کر جائیں، اور اگر پیدل چلنے والے کیلئے راہ ہموار نہ ہو، پھر نہ جائیں، اور راستے میں امن بھی ہو، تو اس پر حج فرض ہے، پوری عمر میں ایک مرتبہ فرض ہے اور بہت بڑے ثواب کا حامل ہے۔

عبدالحمید مومند کے بعد اسی دور کا ایک اہم شاعر کامگار خان خٹک ہے جس کا تعلق خوشحال خان خٹک کے خاندان سے ہے. آپ نے پشتو شاعری میں زیادہ زور عقائد پر دیا ہے اور عقائد کے حوالے سے مختلف چیزوں کو شاعری میں بیان کیا. اور عقائد کے علاوہ فقہی مسائل کو بہت کم بیان کیا. کامگار خٹک نے باجماعت نماز کے بارے میں لکھا ہے کہ:

"نیکو کار که بد کار وینه :: جنازه په مرده شینه
له دنیا چې له ایمانه :: سره تللي وي اے جانه
په اجماع د درست امت :: دا حدیث دی د حضرت
چې څوک مړ اهل قبله شي :: پر دې کړله جنازه شي
که فرعي دا مسئلې دي :: چې په فقه کې پرتې دي
لیکن شته پکې اې دله :: امتیاز تمام عاقله
پرې بلیږي بې شبهته :: مبتدع اهل سنته
ما نن ځکه کړه ایراد :: تل یې خدای لره روح ښاد"[25]

ترجمہ: آدمی خواہ نیک ہو یا بد ہو اس کا نمازہ جنازہ ہوتا ہے، جب دنیا سے رحلت کرتے ہوئے ایماندار ہو، اجماع امت سے اور حضور ﷺ کی حدیث سے یہ ثابت ہے، کہ جب کوئی مسلمان مر جائے تو اس کا نماز جنازہ پڑھنا چاہئے، اگر یہ مسائل فرعی ہیں مگر فقہ میں ثابت ہیں اور اس میں فرق ہے، بغیر شک وشبہ کے مبتدع اہل سنت اس سے جدا ہے، میں نے آج بتایا، خدا ہمیشہ اس کی روح شاد رکھے۔

اس عہد کی اور اہم شخصیات بھی ہیں جنہوں نے اسلامی فقہ منظوم طور پر پیش کیا ہے، ایک عبد الرشید قریشی ہے جس نے رشید بیان کتاب تصنیف ہے اور دوسرا مطیع اللہ پیر خیل ہے جس نے اسی نام کے قریب رشید البیان کتاب تصنیف کی ہے، عبد الرشید قریشی کی 1129 ہجری تک زندگی معلوم ہے اور مطیع اللہ پیر خیل 1150 ہجری تک تاحیات بتائے جاتے ہیں. یعنی بارہویں صدی میں دونوں حیات تھے اور یہ دونوں کتابیں جس کے قلمی نسخے مختلف لائبریریوں کی زینت ہیں، ڈاکٹر عبد الرؤف رفیقی اور پشتو ایم فل سکالر رحمت بی بی نے ان لائبریریوں پر زبردست روشنی ڈالی ہے جن لائبریریوں میں رشید بیان اور رشید البیان کے قلمی نسخے پڑے ہیں. اور یہ وہ مشہور فقہی مسائل کی کتابیں ہیں جس

کے بارے یہ مشہور ہے کہ اگر کسی کو پشتو آتی ہو اور دینی علوم میں دستار بندی کی ہو اور اس نے رشید بیان یا رشید البیان نہیں پڑھی ہو گویا اس کا علم مکمل ہونے میں شک ہو سکتا ہے، کیونکہ یہ کتابیں ڈھائی یا تین سو سال سے لوگ گھروں میں، مسجدوں اور مختلف مقامات پر پڑھتے اور پڑھاتے ہیں. اس میں رشید بیان کتاب کی شاعری بھی بہت خوبصورت مختصر غاڑے کی بحر میں مثنوی کی شکل میں لکھی ہے. ڈاکٹر عبد الرؤف رفیقی اس کتاب کے متعلق لکھتے ہیں:

"رشید بیان په لنډ مثنوی بحر کی فقهی احکام... تالیف 5 محرم 1129 ﻫجری قمری، [او] رشید البیان، فقه منظوم پشتو مناجات، پیر خیل مطیع الله، زوکړه 1150ھـ ق، شا و خوا کوهاټ ځنګل خېل پیر خېل مړینه 1260ھـ ق شا و خوا چاپ رحمان ګل پبلشرز پېښور، مخونه 71-[26]

ترجمہ: رشید بیان مختصر مثنوی کی بحر میں فقہی احکام... تالیف 5 محرم 1129 ہجری قمری، [اور] رشید البیان، فقہ منظوم پشتو مناجات، پیر خیل مطیع اللہ، پیدائش 126 ھ ق کے لگ بھگ، کوھاٹ جنگل خیل پیر خیل میں وفات 1260 ھ ق کی لگ بھگ، رحمان گل پبلشرز پشاور، صفحات 70۔

اس دور کی ایک اور اہم شخصیت نور محمد غلزئی ہے جس نے باقاعدہ پشتو شاعری میں فقہی مسائل بیان کئے ہیں. اور یہ نور محمد غلزئی خوشحال خان خٹک کے زمانے کا شاعر ہے. غالب گمان یہ ہے کہ نور محمد غلزی 1085 ہجری کے زمانے میں گزرا ہے، اگرچہ محققین نے آپ کی تاریخ پیدائش اور زمانے کا تعین نہیں کیا، مگر اس حوالے سے غالب گمان ہے، کہ نور محمد غلزئی لگ بھگ 1085 ہجری کے زمانے میں پیدا ہوئے تھے، کیونکہ آپ کے حالات زندگی میں لکھا گیا ہے کہ آپ حاجی میر خان کے بچوں اور خاندان کے پانچ سالہ استاد رہے ہیں، یعنی آپ کے گھر میں بحیثیت اتالیق پڑھاتے تھے۔ حاجی میر خان کی زندگی کے بارے میں محمد ہوتک نے پٹہ خزانہ میں لکھا ہے کہ:

"روایت دی چی حاجي میر خان علیین مکان به هر وخت ویل چي زما مور ما ته د لویو کارو ورصیت وکا، زهٔ باید هسې کارونه وکړم، چي په 1119 سنه هجري یې قوم د ظالمانو له ظلمه وژغورهٔ نو یې سجده د شکر وکړه او وې ویل خدایه دا هغه کار ؤ چی ما ته مور سپارلی ؤ او وصیت یې کړی ؤ، دا خو ستا د عبادو او بندګانو خدمت ؤ چي ما تر سره کا"[27]

ترجمہ: روایت ہے کہ حاجی میر خان علیین مکان ہمیشہ کہتے تھے کہ میری ماں نے مجھے وصیت کی ہے کہ آپ دنیا میں بڑے سے بڑے کام کرتے رہنا، مجھے چاہیئے کہ بڑے کارنامے کروں، اور 1119 سنہ ہجری میں انہوں نے اپنے قوم کو ظالموں کے ظلم سے بچایا، اور شکر کا سجدہ کرتے ہوئے فرمایا اے اللہ! یہ وہ کام تھا جو میں نے کر دیا جس کی وصیت میری ماں نے مجھے کی تھی، یہ تو آپ کے بندوں کی خدمت تھی جو میں نے کر کے دکھادی۔

اس حوالے سے معلوم ہوتا ہے کہ 1119 ہجری میں میرویس نیکہ نے اہم کارنامہ کیا ہے جب اس کی عمر 35 سے 40 سال ہو سکتی ہے، اس وقت آپ کے بچے چھوٹے ہونگے اور نور محمد غلزئی اس وقت جب اس کے بچوں کو پڑھایا کرتا تھا، تو اس حوالے سے ہم 1100 ہجری سے دس سال اور بھی پہلے کا زمانہ قیاس کرتے ہیں اور اس وقت نور محمد غلزئی کی عمر 1090 ہجری کے لگ بھگ ہو گی. تو دس سال کے بعد پھر بھی

بارہویں صدی ہجری کا زمانہ بنتا ہے۔ نور محمد غلجی کے بارے میں پشتو کے معروف محقق ڈاکٹر عبد الرؤف رفیقی نے معلومات دی ہیں کہ آپ بارہویں ہجری صدی کے زمانے کا شاعر اور عالم دین تھے، اور کہا ہے کہ:

"غلجی نور محمد (ملا) د ژوند زمانه دولسمه هجري پېړۍ د ملا يار محمد توخي غلجي زوی د پنجوائي کندهار د مي‌روېس خان هوتک د حرم سرای عالم دين په 1141، 1142هجري قمري کې د اتيا کالو"[28]

ترجمہ: نور محمد غلجی (ملا) کی زندگی بارھویں ہجری صدی میں ملا یار محمد توخی غلجی کا بیٹا، کندھار کے پنجوائی میں میرویس خان ھوتک کے حرم سرائے کے اتالیق تھے، 1141، 1123 ہجری قمری میں اسی سال کے تھے۔

مذکورہ حوالے سے معلوم ہوتا ہے کہ نور محمد غلزئی شاعر ہوتے ہوئے ایک عالم دین بھی تھے جو کہ میرویس نیکہ کے بچوں کے اتالیق تھے اور اسی طرح اس دور میں بخاری وغیرہ کا درس دیتے تھے۔ آپ نے بھی اپنی کتاب نافع المسلمین میں فقہی مسائل کو شعر میں بیان کیا ہے، ان مسائل میں سے تیمم کے بارے میں نور محم غلزی کی کتاب نافع المسلیمن سے ایک نمونہ ملاحظہ فرمائیں:

"درې څيزه فرض په تيبانه کې بيانيږي
اول دوهم دوه ضربه دی کيږي
په يو ضرب دی د درست مخ مسح و کاندي
په دويم ضرب دي دواړه لېچکه ته څنګلۀ مسح کيږي
که يو ذره شی پاتې يا له مخه يا له لېچې
دا تيمم د دۀ ناقس نۀ روا کيږي
نواقيس د تيبانۀ دوه چيزه دينه"[29]

ترجمہ: تین چیزیں تیمم میں فرض ہیں، اول اور دویم ہاتھوں کو زمیں سے لگانا ہے، ایک ضرب سے چہرے کی مسح کرنا دوسری ضرب سے بازوں کو مسح کرنا، اگر کوئی حصہ چہرے یا بازوں کا بغیر مسح کے رہ گیا تو تیمم اس کا ناقص ہے۔

سراج الموتیٰ اس دور کی ایک اہم کتاب ہے، جو مسجع نثر میں لکھی گئی ہے، اور مختلف موضوعات پر مسائل سے بحث کرتی ہے۔ اس کا مصنف شمس الدین غلجی ہے، جو کہ تیرہویں ہجری صدی کے ایک جید عالم گزرے ہیں، اور مختلف کتابیں تصنیف و تالیف کی ہیں، آپ کے بارے میں عبد الکریم عامر نے سراج الموتیٰ نامی کتاب م کے مقدمہ میں لکھا ہے:

"د ژوند او زوکړې په اړه يې داسې څرګند شواهد نۀ لرو، اودمړينې په اړه يې هم حالات دوخت تر ګرځو لاندې دی. د ديارلسمې هجري پېړۍ ديني عالم او ليکوال ګڼل شوی دی. معصوم هوتک يې په خپله مقاله کښې داسې شواهد په ګوته کوي چې له هغۀ څخه د دۀ د سپينې ږيرې درک لګيږي لکه:

دغه ته يې شمس الدينه :: مخ دي تور ږيره دی سپينه
چې و بل ته نصيحت کړې :: خپل ځان ولې په غفلت کړې"[30]

ترجمہ: پیدائش اور حالاتِ زندگی کے حوالے سے شواہد موجود نہیں ہیں، اور وفات کے حالات بھی نامعلوم ہیں، ان کو ہم تیرھویں ہجری صدی کا دینی عالم اور قلمکار مانتے ہیں، معصوم ہوتک اپنے مقالہ میں اس طرح لکھتے ہیں، کہ اس سے ان کی بڑی عمر کا اندازہ ہوجاتا ہے، جیسے: شمس الدین یہ آپ ہیں، چہرہ آپ کا کالا اور داڑھی سفید ہے، جب دوسروں کو نصیحت کرتے ہیں خود کیوں غافل ہے۔

سراج المونٰی کے علاوہ اور بھی بہت سے کتابیں شمس الدین غلجی نے لکھی ہیں، جو کہ بعض کتابیں آپ کے محققین نے غلطی سے شمس الدین کاکڑ کی طرف منسوب کی ہیں، یہ اصل میں دو لکھاری ہیں ایک شمس الدین کاکڑ ہے جو کہ صرف شاعر ہے اور شاعری کا دیوان رکھتے ہیں اور دوسرا شمس الدین غلجی ہے جس نے مقفٰی نثر میں اکثر کتابیں لکھی ہیں جس کو محققین آزاد نظم کی شکل کی ایک قسم بتایا جاتا ہے. اس قسم کی نثر دوسری دور میں بایزید روشان اور اخون درویزہ نے لکھی تھی، شمس الدین غلجی نے بھی ان دونوں کی پیروی کرتے ہوئے سراج المونٰی کو مقفٰی نثر میں لکھا ہے جس کا نمونہ پیش خدمت ہے:

"ځوک چې د میت غسل ورکوینه
له جمیع ګناهونو به غاسل خدای پاکوینه
بل چي د خدای دپاره غسل د مرده ته ورکوینه
خدای بهٔ جسد د هغهٔ غاسل پر دوزخ باندې حرام کړینه
همه به د څلوېښت شهیدان ثواب دهٔ لره وینه
"مجموع الفقه" جامع العلوم" هسې وایینه
او که وغنی میت ته غسل ورکوینه"-[31]

ترجمہ: جو کسی میت کو غسل دیتا ہے، اللہ تعالیٰ غسل دینے والے کو تمام گناہوں سے پاک کر دیتا ہے، دوسرا جب کوئی کسی کو صرف خدا کے واسطے غسل دیتا ہے اللہ تعالیٰ غسل دینے والے کے بدن کو جہنم کی آگ پر حرام کر دیتا ہے، اور چالیس شہداء کی شہادت کا ثواب اس کو ملتا ہے، "مجموع الفقہ، "جامع العلوم" ایسے فرماتے ہیں اگر کوئی مالدار میت کو غسل دیتا ہے۔

اس دور میں جتنا کام اس موضوع پر ہوا ہے کسی اور دور میں نہیں ہوا ہے اور درجنوں کتابیں اسی موضوع کیساتھ منسلک ہیں. اگر اس پر تفصیل بحث کریں گے تو مقالہ طوالت کا شکار ہوجائے گا تو تفصیل کو چھوڑ کر یہاں صرف کتابوں کی فہرست دیں گے.

آئینہ، خوشحال خان خٹک، پیدائش 1022 ہجری. الشرائع والاحکام، داودزئی احمد، وفات 1118 ہجری. حنفیہ فقھ، نور الدین، 1200 ھجری زمانہ. درۃ البیضاء، اخون حیدر پیچگی، زمانہ 1300 ہجری. رسالہ میت تکفین و تجھیز، ترجمہ شیر محمد ھوتک، پیدائش 1092ھ- کندھار. شرح متنخلص، منظومہ ترجمہ شیر محمد ھوتک، پیدائش 1092ھ-جری، کندھار. کفایہ، خوشحال خان خٹک، پیدائش 1022 ہجری. ھزار مسائل، میا عبداللہ، وفات 1074 ہجری. ھزار مسائل، منظوم نجابت مولوی، زمانہ 1142 ہجری. دبے نمازیانو کیسہ، مسجع نثر، اخون احمد، وفات 1060 ہجری.

پشتو ادب کے جدید دور میں فقہی مسائل

پشتو ادب کے جدید دور کی ابتدا 1300 ہجری سے ہوتی ہے، اس دور میں پشتو ادب نے بہت زیادہ ترقی کی، مختلف شعری اصناف میں تجربات کیے۔ اس دور میں شعرائے کرام نے اسلامی موضوعات کو زیادہ توجہ دی۔ یہاں تک کہ مختلف شعرائے کرام نے مکمل قرآن کریم اور بعض سورتیں شعری صورت میں ترجمہ کیں، اور اسی طرح عقائد کے بارے بھی منظوم کتب درجنوں میں ہیں اور سیرت النبی کے حوالے بہت سی کتابیں شاعری میں ترجمہ بھی ہوئیں اور تصنیفات کی شکل میں بھی بہت سی کتابیں موجود ہیں۔ اور اسی طرح فقہی مسائل منظوم اور منثور دونوں صورتوں میں بھی کتابوں کی زینت بنی ہیں ہیں۔ یہاں چند کتابوں پر بحث کی جائے گی اور بعض کتابوں کے نام اور مختصر معلومات بھی دی جائیں گی۔ سب سے پہلے بلوچستان کے معروف شاعر قاضی ملا عبد السلام اشیزئی کی حوالے سے بات کرتے ہیں۔ ملا عبد السلام اشیزی نے ایک ضخیم کتاب طلبِ مذہب کے نام سے تصنیف کی، اور بہت سے فقہی مسائل کے ساتھ ساتھ اور موضوعات پر بھی اشعار کہے ہیں، اور یہ وہ شاعر تھے جس کو محققین بلوچستان کا خوشحال خان خٹک کہتے ہیں، صرف اتنا فرق تھا کہ خوشحال خان خٹک مغلی بادشاہوں کے خلاف تھے اور ملا عبد السلام اشیزئی ایسٹ انڈیا کمپنی کے ساتھ آئے ہوئے انگریزی سامراج کے خلاف تھے اور ہمیشہ اس کے خلاف اشعار کی شکل میں پشتونوں میں تبلیغ کرتے تھے، اور آخرکار انگریزوں نے آپ کی مشہور کتاب "سوسن چمن" کو جلایا مگر قاضی صاحب پھر بھی خاموش نہ رہے اور مسلسل اپنے اشعار میں مافی الضمیر بیان کرتے رہے۔ آپ کے طلبِ مذہب کتاب کے بارے میں کلثوم کاکڑ اپنے ایم فل مقالہ میں لکھتی ہے:

"سلام بابا هم د خپل وخت په ديني علم منور يو عالم فاضل سړی ؤ. ځکه ئې نو مذهبي افکار هم له ياده نه دې ايستلې بلکې د "طلب مذهب" په نامه ئې درست کتاب چاپ کړي دي. طلب مذهب د ښاغلي عبدالسلام عشېزي دوهم په زړهٔ پورې اثر دی دغه کتاب په عزيز پريس کوټه کښې پر سره کاغذ چاپ او د کال ۱۳۵۴هـ په شا وخوا کښې خپور شوی دی رښتيا چې ټوله ۴۱۲ مخونه لري. لکه څنګه چې رواج و زياتره دينې مسايل چي به په شعر کښې ليکل کېده هغه به د مثنوي په قالب کښې ؤ. د سلام بابا طلب مذهب هم د مثنوي په بحر کښې ليکل شوی دی. که څهٔ هم سيال کاکړ وائي چې."بايد چي ووايو چي ښاغلي عشېزي د خپل دغه اثر اشعار د کاکړۍ غاړو په لنډو، لنډو بحرونو کښې جوړ کړي دي چي هره مصرعه ئې اته، اته سيلابه ده."[32]

ترجمہ:　ملا عبد السلام اپنے زمانے کے، دینی علم سے منور، ایک عالم و فاضل شخصیت تھے، اس وجہ سے مذہبی افکار کو ذہن سے نہیں نکالا، طلب مذہب کے نام سے ایک مکمل کتاب چھپ چکی ہے، طلب مذہب عبد السلام اشیزئی کی دوسری کتاب ہے جو عزیز پریس کوئٹہ سے سرخ کاغذ پر چھپ چکی ہے اور 1354 ہجری کے لگ بھگ چھپ چکی ہے، اور مکمل 412 صفحات پر مشتمل ہے، جیسا کہ یہ رواج تھا کہ دینی مسائل کو لوگ اشعار میں بیان کر دیتے تھے، انہوں نے بھی مثنوی کی بحر میں اشعار لکھے ہیں، اگرچہ سیال کاکڑ کہتا ہے کہ ملا عبد السلام اشیزئی نے یہ کتاب کاکڑی غاڑہ کی بحر میں لکھی ہے، جو کہ مختصر بحر ہے اور ہر مصرع میں آٹھ آٹھ سیلاب پر مشتمل ہیں۔

ملا عبد السلام اشیزی نے واقعی بہت سے فقہی مسائل کو پشتو شاعری میں لکھا ہے، اور اس کی یہ کتاب باقاعدہ پڑھنے کی اشد ضرورت ہے، بعض ایسے مسائل ہیں جو لگ بھگ جذباتی نظر آتے ہیں۔ ان کا ایک نمونہ پیش خدمت ہے:

"تراوېح په هر مومن شته :: بنۀ محکم سنت د دین شته
نو که ښځه وی که نر دا :: کافر وګڼۀ منکر دا
درې شپې وکړې پېغامبر هم :: وهم بیا وکړ سرور هم
چې آخر نۀ شی لازمې :: زموږ ب مخ شی پر پېچومی
نو یې پرېښوې د پایه :: وحي نۀ راغلې د خدایه"[33]

ترجمہ: دین محکم کی سنتوں میں سے تراویح بھی ہے، خواہ مرد ہو یا عورت اس پر تراویح ہیں اگر انکار کریں تو کافر ہیں، پیغمبر ﷺ نے تین دن تراویح پڑھیں پھر وہم کی وجہ سے چھوڑ دیں کہ ایسا نہ ہو کہ فرض ہو جائے اور ہمارے لئے مصیبت نہ بنے، پھر آپ ﷺ نے چھوڑ دیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی وحی نہیں آئی۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ملاعبد السلام عشیزی ایک جید اور مدبر عالم تھے مگر جب ہم اس وقت کے حالات کو دیکھتے ہیں اور سیاست کے گرم میدان کو دیکھتے ہیں تو ملاعبد السلام عشیزئی بھی کبھی کبھی عام رواتی مولویوں کی طرح حساس مسائل کو اس طرح پیش کرتے ہیں جس پر ہر وقت نکتہ چینی کی گنجائش ہوتی ہے. مذکورہ دونوں حوالوں کے اشعار میں ملاعبد السلام عشیزئی نے تراویح کے منکر پر کفر کا اشتباہ ظاہر کیا ہے حالانکہ تراویح کے بارے میں اب تک علماء ایک دوسرے سے اختلاف کرتے ہیں، ملاعبد السلام عشیزئی آگے خود بھی لکھتا ہے کہ تراویح حضرت عمرؓ کے دور میں باقاعدہ شروع ہوئی اور یہ اصل میں عمری سنت ہے اور اس پر کسی کا بھی کوئی اختلاف نہیں کہ سنت کے منکر کافر نہیں ہوتے البتہ بعض جگہوں میں گنہگار ہوتا ہے ملاعبد السلام عشیزئی کے ان اشعار کو ہو سکتا ہے کہ کوئی بھی صاحبِ بصیرت شخص ماننے کو تیار نہ ہو۔

ملاعبد السلام عشیزئی کے بعد جدید دور میں بہت سے علمائے کرام اور شعرائے کرام نے فقہی مسائل شاعری میں بیان کئے ہیں. اس میں کوئٹہ کا رہنے والا ایک عالم علاؤالدین الھامی صاحب بہت مشہور ہے جس نے خود بھی مسائل کو شعر میں بیان کیا ہے جس کو عقائد اور اعمال کا نام دیا ہے اور بعض کتابوں سے ترجمہ بھی کیا ہے، ایک تو آپ نے مشہور کتاب جو بچے مدرسوں میں پڑھتے ہیں شروط الصلوۃ کو منظوم ترجمہ کیا ہے، علاؤالدین الہامی نے یہ کتاب براہ راست بلا عربی زبان کے پشتو میں مسائل ترجمہ کیے، اور وہ بھی مثنوی کے معروف انداز میں کاکڑی غاڑے کی مختصر بحر میں جس کو یاد کرنا بہت آسان ہوتا ہے. الہامی صاحب کی کتاب سے ایک دو مسائل نمونہ کے طور پر پیش خدمت ہیں:

"فرائض چې د اودس دی :: دی څلور د لمانځۀ بس دی
له بېښتانو هیسته مخ دی :: تر اسفلِ د زنخ دی
له ی‌وه غوږه تر بله :: پرېمنځل فرض دی اې ګله
ولۀ د لاس دی تر څنګلو :: لری حکم د مينځلو"[34]

ترجمہ: وضوء کے فرائض چار ہیں، بالوں کے علاوہ چہرہ ہے زنخدان کے نیچے حدود تک، ایک کان سے دوسرے کان تک دھونا فرض ہے، بازو کو چنگلیوں تک دھونے کا حکم ہے۔

یہاں علاؤالدین الہامی نے یہ کمال بھی کیا ہے کہ پشتو غاڑے کی دو مشہور بحور ہیں، ایک میں آٹھ آٹھ سیلاب (Syllables) ہوتے ہیں اور دوسری قسم کے ہر مصرع میں سات سات سیلاب ہوتے ہیں، یہاں علاؤالدین الہامی نے شعوری یا غیر شعوری یہ کام کیا ہے، کہ وضو کے

فرائض میں آٹھ آٹھ سیلاب کی بحر بھی اور سات سات کی بحر بھی استعمال کی جاتی ہے، جس کے نمونے مذکور ہیں۔اس دور میں بہ نسبت پہلے تین ادوار کے بہت زیادہ کام ہوا ہے اور شعرائے کرام نے تخلیق، تالیف اور ترجمہ کی شکل میں بہت سی کتابیں منظرِ عام پر لائی ہیں. اس پر تفصیلی بحث کرنے سے گریز کر کے صرف کتابوں کی ناموں پر اکتفا کریں گے.

درۃ نادرہ، مطہر کاکاخیل، زمانہ 1400 ہجری. رخت محکم، مینیہ المصلی منظوم ترجمہ، کاکاخیل عبد الحلیم، پیدائش1860ء. رخت محکم، د مینیہ المصلی منظوم ترجمہ، مسرور گل کاکاخیل، پیدائش 1896ء. رسالہ دینی مسائل، ترجمہ محمد رسول، زمانہ 1300ھ. رسالہ مانع سرور، شمس الفلک محمد رفیق، پیدائش 1845ء. روضۃ المجاہدین، فیض محمد اخوندزادہ موسھی، پیدائش 1250 ہجری. فرض العین، منظوم، بخارائی محمد بخارائی، پیدائش 1220 ہجری. فقہ الا کبر، ملا جان محمد، 1279 ہجری. تعداد الکبائر، مثنوی بحر. تہذیب المستورات، ملا محمد گل، پیدائش 1320 ہجری. تہذیب النسوان، ملا محمد گل، پیدائش 1320 ہجری. جہاد او مجاہد، نثر اور نظم. وثیق ولا جان (مولوی)، چاپ 1359 ش. حیرت الفقہ، محمد امین تہکالی، منظوم، زمانہ 1300 ہجری. مجموعہ مسائل، عبید اللہ خوخی کاکڑ، چاپ 1955ء. محبوب الصالحین، عبید اللہ الکوزی، 1300 ہجری. محمد نجیم. 1300 ہجری. مشکل کشاطالبان، قاضی گل قدرت علی، زمانہ 1360 ہجری. ہزار مسائل، رفیع القدر مولانا، 1300 ہجری. ہزار مسائل، منظوم فارسی زبان، نجابت شاعر، 1332 ہجری، باغچہ نماز، مروت محمد یار مروت عاصی، پیدائش 1300 ہجری. ترغیب المصلی، اختر محمد کاکڑ، پیدائش 1286 ہجری. دلمانزہ قواعد، محمد گل ملا، 1320 ہجری. شروط الصلوٰۃ، مشفق عبد القیوم، زمانہ 2019ء. شروط الصلوٰۃ، مولوی حیات اللہ. شروط الصلوٰۃ، منگل احمد سارنوال، 132 ہجری. صلوٰۃ الھدایت، عجب خان پیچگی، 1362 ہجری. روژہ، ای ا° (م ع) تائب. الحج، منظوم سفر نامہ، جعفر حسین شاہ، پیدائش 1896ء کوہاٹ. کتاب الحج، عبد الوحید، تہذیب الواجبات لتخریب العادات، عبد الباقی کاکڑ، وفات 1303 ہجری ش.

نتیجہ

اس ساری تحقیق کے بعد یہ نتیجہ بہ آسانی نکلتا ہے کہ پشتو ادب کے ہر دور میں باقاعدہ شاعروں نے اور ادبی فن پاروں اور اصناف کے تخلیق کرنے کیساتھ ساتھ اپنے مذہب اور دین کی طرف بھی مکمل توجہ دی ہے. مجموعی طور پر ہم موضوع کے لحاظ سے چاروں ادوار پر اس طرح روشنی ڈال سکتے ہیں۔

پہلا دور: اس دور میں باقاعدہ کتابیں منظر عام پر موجود نہیں ہیں، مگر اکثر شعرائے کرام نے مذہبی کتابوں کی طرف توجہ دی ہے، بعض کے شعری نمونوں کی وجہ سے ہم وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ اس دور میں باقاعدہ فقہی مسائل کی شاعری، ترجمہ کی شکل میں بھی اور تخلیقی شکل میں بھی شاعروں نے ذکر کی ہیں.

دوسرا دور: جس کو محققین نے روشانی دور کا نام دیا ہے اس وجہ سے کہ پہلے دور کی بہ نسبت یہ دور شخصیات اور کتابوں کے حوالے سے بہت مشہور اور روشن ہے، جس کی پہلی شخصیت بایزید روشان ہے جو 931 ہجری کے زمانہ سے تعلق رکھتے ہیں، اس دور میں کافی شعرائے کرام آئے جو پیر روشان اور اخون درویزہ کے تصوفی سلسلہ میں بہت مشہور ہو چکے ہیں اور اکثر مریدوں نے کتابیں لکھیں جس کا تفصیلی ذکر آگے آرہا ہے. یہ دور 1022 ہجری تک جارہا ہے.

تیسرا دور: جو زرین دور کے نام سے مشہور ہے جس کی پہلی شخصیت شاعر اور ادیب خوشحال خان خٹک ہے، جو کہ 1022 ہجری سے شروع ہو کر 1300 ہجری تک پھیلا ہوا ہے، اس دور میں شخصیات اور کتابیں اور کتابوں کے موضوعات اور بھی واضح ہو گئے ہیں، اس لئے محققین نے اس دور کو زرین دور کا نام دیا ہے۔

چوتھا دور: یہ دور 1301 سے شروع ہو کر تاحال رواں دواں ہے، جس کی عمر تاحال 150 سال ہے اس دور کو محققین نے جدید دور نام دیا ہے۔ اس میں مختلف اصناف سخن، نثر اور شعر دونوں میں معروف ہوئیں ہیں۔

حوالہ جات

[1] خٹک، پریشان، پشتون کون؟، پشتو اکیڈمی پشاور یونیورسٹی، (اشاعت دویم) 2005ء، ص19

[2] ہوتک، محمد، پٹہ خزانہ، د پوہنی وزارت، د دار التالیف ریاست، دویم چاپ، 1339ھ ش، ص31، 32

[3] ابوعبدالله محمد بن اسماعيل البخاري، صحيح بخاري، كتاب الأدب، باب ما يجوز من الشعر والرجز والحداء وما يكره منه

[4] شاہد، شرافت علی، شعر اور شریعت، برکی اسلامی کتب خانہ ڈیرہ اسماعیل خان، 2020ء، ص49

[5] الشعراء 226:26

[6] يسين 69:36

[7] درد، رحمت اللہ، د درد کلیات، د مرو تو ادبی سنگر، 2005ء، ص25

[8] قرار، سلیم، شعر اور شعریت (مقدمہ) شاہد، شرافت علی، برکی اسلامی کتب خانہ ڈیرہ اسماعیل خان، 2020ء، ص36

[9] ابوعبدالله محمد بن اسماعيل البخاري، صحيح بخاري، كتاب العلم، باب من يرد الله به خيرا يفقه في الدين

[10] منظور احمد، میاں، پروفیسر، مقالات علوم اسلامیہ، پنجاب پریس لاہور، 1960ء، ص367

[11] ہمدانی، رضا، پشتو ادب، حصہ اول، اشاعتی ادارہ ندارد، 1953ء، ص81

[12] ایضاً، ص89

[13] ایضاً، ص92

[14] ہوتک، محمد، پٹہ خزانہ، ص4

[15] درانی، درویش، پشتو عروض، صحاف نشراتی مؤسسہ کوئٹہ، 2007ء، ص202، 203

[16] ایضاً، ص218

[17] خلاصہ کیدانی، مشمولہ مخزن الاسلام اخون درویزہ، ص129

[18] خٹک، خوشحال خان، ارمغان خوشحال، مقدمہ سید رسول رسا، یونیورسٹی بک ایجنسی پشاور، 2001ء، ص832

[19] ایضاً، ص847

[20] اقبال، جاوید، ڈاکٹر، دہمیش خلیل ژوند او خدمات، پشتو ڈیپارٹمنٹ بلوچستان یونیورسٹی کوئٹہ، سیشن 2011ء، ص107

[21] خٹک، خوشحال خان، دخوشحال کلیات، مقدمہ ڈاکٹر یار محمد مغموم، یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور، 2016ء، ص1347

[22] شنواری، دوست، مقدمہ د مومند، عبدالحمید د شرعۃ الاسلام، د پشتو تحقیق بین المللی مرکز، 1366 ھجری، ص ب ت

[23] عبدالحمید، شرعۃ الاسلام، مقدمہ عبدالکریم عامر، چاپ، پشتو چیڑنہ (بوری) لورالائی، دسمبر 2019ء، ص200

24 خٹک، کامگار، دیوان، (چاپ) مرتب میاوکیل شاہ فقیر خیل، دانش خپر ندویہ ٹولنہ پشاور، 2015ء، ص391

25 رفیقی، ڈاکٹر، عبدالرؤف، دریاب پہ کوزہ کی، جلد اول، پشتو اکیڈمی، کوئٹہ، 2022ء، ص411، 412

26 ھوتک، محمد، پٹہ خزانہ، ص178

27 ایضاً، ص25

28 رفیقی، ڈاکٹر، عبدالرؤف، دریاب پہ کوزہ کی، جلد اول، ص399

29 غلزی، نور محمد، نافع المسلمین، ملی آرشیف افغانستان، س ن، ص24

30 عامر، عبدالکریم، سرج الموتیٰ (مقدمہ) پشتو ادبی غورزنگ، کوئٹہ، دسمبر 2011ء، ص6

31 غلجی، شمس الدین، سرج الموتیٰ پشتو ادبی غورزنگ، کوئٹہ، دسمبر 2011ء، ص65

32 کاکڑ، کلثوم، ملا عبدالسلام اشیزی فن اور شخصیت (ایم فل) پشتو ڈیپارٹمنٹ بلوچستان یونیورسٹی کوئٹہ، 2016ء، ص99

33 عشیزئی، ملا عبدالسلام، طلب مذھب، ترتیب شیر بھادر اچکزئی، یونائٹڈ پریس کوئٹہ، 2010ء، ص400

34 الہامی، علاؤالدین، دلمانزہ شرطونہ، یونائیٹڈ پریس کوئٹہ، س ن، ص1